مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخی خدمات

(دوسری قسط)

مفتی محمد رضا انصاری

مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ علمائے احناف کے احوال مرتب کرنے کا بیڑا اُٹھالیا تھا، لیکن ایک سوال ان کے سامنے یہ آ گیا:

> ''اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے لے کر اپنے زمانے تک کے تمام علمائے احناف کے حالات کو عہد بہ عہد ایک کتاب میں جمع کر دیتا ہوں تو وہ اتنی ضخیم ہو جائے گی کہ اس سے سوائے خاص خاص لوگوں کے اور کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے گا، تو میں نے یہ پسند کیا کہ ایک ضخیم کتاب میں علمائے احناف کے احوال کو جمع کرنے کے بجائے متعدد کتابوں اور الگ الگ رسالوں میں ان کو بانٹ دوں، تاکہ ان سے نفع اٹھانا مشکل نہ رہے۔'' ①

پھر اسی تجویز کردہ پروگرام کے مطابق مولانا نے علمائے احناف اور مصنفین کے احوال وتراجم کو الگ الگ کتابوں میں بانٹ کر مرتب کرنا شروع کر دیا، فقہ حنفی کی معتبر اور متداول کتاب ہدایہ پر انہوں نے مقدمۃ الہدایہ اور مذیلۃ الدرایہ دو مختلف مقدمے لکھے اور ان میں ان تمام اشخاص وافراد کے حالات جمع کر دیئے جن کا کسی نہ کسی عنوان سے اصل کتاب میں ذکر آیا ہے، انہوں نے فقہ حنفی کی قدیم ترین کتاب ''**الجامع الصغیر**'' پر ایک مبسوط مقدمہ ''**النافع الکبیر من یطالع الجامع الصغیر**'' کے نام سے لکھا اور اس میں جامع صغیر کے تمام شارحین کا، فقہ حنفی کے تمام مشہور متنوں کے مصنفین کا، حنفی فقہ کی متداول اور مروج کتابوں کا اور ان میں معتبر اور نامعتبر کی تعیین کا، فقہائے احناف کے طبقات کا اور عہد رسالت ﷺ سے لے کر مجتہدین کے عہد تک فقہ کے ارتقاء کا، اس طرح فقہ حنفی کی تاریخ کا مفصل ذکر کر دیا، پھر فقہ حنفی کی رائج کتاب شرح وقایہ کی طرف انہوں نے توجہ کی اور ''**عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ**'' کے نام سے موسوم اپنے حاشیہ کے مقدمے میں نہ صرف شرح وقایہ میں مذکور اشخاص، علماء ومصنفین، صحابہؓ وتابعینؒ اور علمائے احناف وشوافع وغیرہ کا تفصیلی ذکر کیا، بلکہ جن جن حضرات نے شرح وقایہ کی پوری کتاب یا اس کے بعض مباحث پر حواشی لکھے، اصل متن وقایہ کی جن دوسرے حضرات نے

شرحیں لکھیں، دوسرے مشہور متن نقایہ کی جن جن حضرات نے شرحیں لکھیں ان سب کے احوال کو اس میں جمع کر دیا اور اس ضمن میں فقہ حنفی کے تدریجی ارتقاء اور فقہائے احناف کے طبقات کا بھی مفصل ذکر اس مقدمہ میں اس طرح کیا کہ ان مباحث پر مقدمۂ جامع صغیر میں جو کچھ لکھ چکے تھے، اس پر بہت مفید اضافے کیے، پھر شرح وقایہ کی جو مفصل شرح ''السعایة فی کشف مافی شرح الوقایة'' لکھنا شروع کی، جو علمی دنیا کی بدقسمتی سے مکمل نہ ہوسکی، اس کے مقدمے میں اسی معیار کے مطابق انہوں نے مفید اضافوں کے ساتھ انہیں مباحث پر مزید روشنی ڈالی جو مقدمہ ''عمدة الرعایة'' میں کر چکے تھے، پھر جب حدیث کی مشہور اور قدیم ترین کتاب مؤطا امام مالک بروایت امام محمدؒ پر جس کو مؤطا امام محمدؒ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے مولانا نے ایک تفصیلی اور تحقیقی حاشیہ ''التعلیق الممجد'' کے نام سے لکھا تو اس کے مقدمے میں بھی بڑی شرح وبسط کے ساتھ فن حدیث کے ارتقاء کی تاریخ بڑے بڑے محدثین اور مؤطا امام مالکؒ کے خاص خاص راویین، مؤطا کے شارحین اور اس کے مختلف نسخوں کی تاریخ پر روشنی ڈالی۔

یہ مقدماتِ کتب اگرچہ اصل کتب کے ضمن میں شائع ہوئے، لیکن بلاشبہ وہ مستقل تاریخی تصانیف ہیں، خود مولانا نے جہاں اپنی تصانیف کی فن وار تفصیل وتعداد بیان کی ہے وہاں مقدمہ ''التعلیق الممجد'' اور مقدمہ ''عمدة الرعایة'' کے بارے میں صاف طور پر اپنے اس خیال کا اظہار کیا ہے:

> ''اگرچہ یہ دونوں مقدمے اصل کتابوں کے ضمن میں شائع ہوئے ہیں، لیکن یہ مستقل تصانیف کے مانند ہیں اس لیے ان کو مستقل اور جداگانہ تصنیف قرار دینا ہی حق بجانب ہے۔'' (۲)

ان دونوں مقدمات کو نیز اسی طرح کے دوسرے مقدمات کو جن کے نام اوپر گزر چکے ہیں، مستقل تصانیف مانا جائے خواہ ضمنی، مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی تذکرہ نگاری کی حیثیت پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا، اس لیے کہ تاریخ وتذکرہ کے موضوع پر ان کی مستقل بالذات تصانیف بھی موجود ہیں جن میں سے بعض طبع ہوچکی ہیں، بعض مخطوطے کی شکل میں ہیں اور بعض مفقود۔ تذکرہ وتاریخ پر ان کی مستقل بالذات تصانیف کو ہم نے تاریخی خدمات کا دوسرا پہلو قرار دیا ہے۔

اس دوسرے پہلو کی طرف بھی مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وسیع پروگرام بنا کر توجہ کی اور تن تنہا اس وسیع پروگرام کو انہوں نے قریب قریب پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، فقہ وحدیث کی مہتم بالشان کتابوں کو ایڈٹ کرتے اور ان پر جامع ومبسوط مقدمات قلم بند کرتے ہوئے بہت بڑی تعداد میں علمائے احناف وغیر احناف نیز محدثین ورواۃ کے احوال انہوں نے صفحۂ قرطاس پر ثبت کر دیے تھے، مگر یہ واقعہ ہے کہ یہ کوشش ان کی متعدد کتابوں میں بکھری ہوئی تھی اور یہ ضرورت پھر بھی باقی تھی کہ شروع سے لے کر اپنے عہد تک کے تمام قابل ذکر علماء ومصنفین کے احوال کسی ایسی ترتیب کے ساتھ مرتب ہوجائیں کہ ان کا تلاش کر لینا آسان ہو، مولانا نے پروگرام اس طرح بنایا کہ اپنی صدی سے ایک صدی قبل تک یعنی بارہویں صدی ہجری تک کے علماء ومصنفین کے حالات پہلے قلم بند ہوجائیں، اس کے بعد اپنی صدی کے

علماء کے تذکرے اسی نقشے کے مطابق انہوں نے اپنے کام کا آغاز کردیا، مولانا کے بیان کے مطابق:

''میں عنفوانِ شباب ہی سے محترم علماء کے احوال معلوم کرنے کا شائق رہا اور احوالِ علماء اور حوادثِ تاریخ کی نہ معلوم کتنی کتابیں میں نے مطالعہ کرڈالیں، یہاں تک کہ اس موضوع پر مجھے کافی معلومات نصیب ہوگئے جن میں سے بیشتر حصے کو میں نے جمع کرلیا اور ارادہ کرلیا کہ اپنے جمع کیے ہوئے ذخیرے کو ایک ایسے مجموعے کی شکل میں سامنے لاؤں کہ وہ تمام معلومات کا جامع ہو۔'' (۳)

اسی خیال کو عملی جامہ پہنانے کے دوران ہی ان کو کفوی رحمۃ اللہ علیہ (وفات: ۱۵۸۲ء-۹۹۰ھ) کی مشہور کتاب ''کتائب أعلام الأخیار'' مل گئی جو ''طبقاتِ کفوی'' کہلاتی ہے، مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں طبقات وتراجم کے موضوع پر یہ بہترین کتاب ثابت ہوئی، اس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر کفوی رحمۃ اللہ علیہ کے عہد تک (وسویں صدی ہجری کے آخر تک) کے علماء، ان کے سلاسلِ تلمذ، ولادت، وفات اور تصانیف کا ذکر ایک ترتیب کے ساتھ تھا۔ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے ''طبقات کفویؒ'' کو اپنے مطلوب ومقصود کے عین مطابق پایا، کفوی رحمۃ اللہ علیہ (وفات: ۱۵۸۲ء-۹۹۰ھ) نے اپنی کتاب ''کتائب أعلام الأخیار'' کے ہر ''کتیبے'' یا ہر باب میں علماء اور مصنفین کے علاوہ صوفیاء اور اولیاء کا بھی ذکر کیا ہے۔ مولانا نے اس کتاب سے ان اجزاء کو جو علماء اور مصنفین کے احوال سے متعلق تھے اختصار کے ساتھ نقل کرلیا اور پہلے سے جو مواد اس سلسلے میں اکٹھا کرچکے تھے اس کو شامل کرکے پوری ایک کتاب ترتیب دے دی جس کا نام ''الفوائدالبهیة فی تراجم الحنفیة'' رکھا۔

مولانا نے صوفیاء اور صالحین کے احوال کو طبقات کفویؒ سے اس لیے نہیں لیا کہ:

''ان کی -صوفیاء اور اولیاء کے- احوال میں بکثرت تصانیف ہیں اور ان سے متعلق خبریں اور روایتیں کتابوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔'' (۴)

انہوں نے اپنی کتاب کی ترتیب اس طرح رکھی کہ ''طبقات کفویؒ'' کے مطالب کو اختصار کے ساتھ نقل کرنے کے بعد، دوسرے ذرائع سے اخذ کردہ مواد کو ''قال الجامع'' کے تحت اسی کے آگے درج کردیا، اس ضمن میں ''موالید ووفیات'' کے بارے میں مؤرخین کے اختلافات پر بھی روشنی ڈالی، خود کفویؒ (وفات: ۱۵۸۲ء-۹۹۰ھ) سے تصانیف کے انتساب میں جو بھول چوک ہوگئی تھی اس کی بھی تصحیح کردی۔ متقدمین کے معتبر اور غیر معتبر ہونے کے بارے میں جو فیصلہ کن بات مولانا کے خیال میں ہوسکتی تھی اس کی بھی وضاحت کرتے گئے اور انساب کی کتابوں سے اخذ کرکے فقہاء وعلماء کے نسبوں کو بھی تفصیل سے درج کردیا اور یہاں تک اس تصنیف کو انہوں نے مفید بنانے کی کوشش کی کہ جو اختلافی مسائل تذکروں کے ضمن میں ذکر ہوئے تھے ان کی تحقیق اور ان کے دلائل بھی نکتہ رسی کے ساتھ درج کردیئے۔

www.banuri.edu.pk

اس سلسلے میں جو سب سے اہم خدمت مولانا سے انجام پائی، وہ یہ کہ مصنفین کے احوال میں ان کی تصانیف کو گناتے ہوئے مولانا یہ بھی بتاتے گئے کہ خود انہوں نے ان میں سے کون کون سی تصانیف کا مطالعہ کیا ہے اور ان کی نظر میں مطالعہ کی ہوئی تصانیف کا کیا درجہ ہے، گو بہت مختصر الفاظ میں یہ رائے زنی انہوں نے کی ہے، مگر انتہائی جچے تلے انداز میں کی ہے۔

’’**الفوائد البھیة فی تراجم الحنفیة** ‘‘کم وبیش چھ سو علماء ومصنفین کے تراجم پر مشتمل ہے، اور ان تراجم میں برسبیلِ تذکرہ جن جن مشہور شخصیتوں کا حوالہ آ گیا ان کے مختصر احوال اصلی کتاب کے حاشیہ پر وہ درج کرتے گئے، ان حواشی کا نام ’’**التعلیقات السنیة علی الفوائد البھیة** ‘‘رکھا، اس طرح ڈیڑھ سو سے زیادہ مزید تراجم کا اضافہ اصل کتاب پر ہو گیا، مثال کے طور پر مشہور مصنف میر سید شریف جرجانیؒ کا تذکرہ ’’**الفوائد البھیة** ‘‘میں دیکھیے جو اصل کتاب کے صفحہ: ۵۲ پر ہے۔ میر سید شریف جرجانیؒ کے ذکر میں علامہ قطب الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر اس بنا پر آ گیا کہ میر صاحبؒ پہلے ان ہی کی خدمت میں علوم عقلیہ کی تحصیل کے لیے حاضر ہوئے تھے، میر جرجانیؒ کے دو شرکائے درس محمود بن اسرائیلؒ جو ابن قاضی سماوہؒ کے نام سے مشہور ہیں اور تسہیل کے مصنف الحاج پاشا کا بھی ذکر آ گیا، ان ہی میر جرجانیؒ کے احوال میں تیمور لنگ کا بھی ذکر آیا اور دربارِ تیموری میں میر صاحبؒ کے حریف علامہ سعد الدین تفتازانیؒ کا حوالہ بھی اور اس مناظرہ کا ذکر بھی جو ان دونوں حریفوں کے درمیان ’’استعادہ‘‘ کے موضوع پر ہوا تھا، اس مناظرے کے حَکَم نعمان الدین خوارزمیؒ کا ذکر بھی مناظرے کے ذکر میں آنا ضروری تھا وہ بھی آیا، میر سید شریف جرجانیؒ کے روحانی پیشوا اور مرشد خواجہ علاء الدین العطار بخاریؒ کا بھی ذکر ضروری تھا، وہ بھی ضمناً آیا۔ ان اشخاص کا کفوی نے برسبیلِ تذکرہ حوالہ دیا تھا، مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے ضمناً مذکور ان تمام حضرات کے حالات حاشیہ پر ثبت کر دیئے، یہی نہیں بلکہ قطب الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں نام ولقب میں ان کے شریک اور نسبت ونسب میں مختلف علامہ قطب الدین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بھی ان کے ساتھ لکھ دیئے اور ان دونوں نامور مصنفوں کی جو جو تصانیف مولانا کی نظر سے گزری تھیں ان کا بھی ذکر کیا۔ ان دونوں مصنفین یعنی قطب رازیؒ اور قطب شیرازیؒ کے احوال کے سلسلے میں دوسرے مورخین سے جو غلط فہمیاں درج کتب ہو گئی تھیں، ان کی بھی حاشیہ میں مولانا نے تصحیح کر دی، جیسے ’’**حبیب السیر** ‘‘کے مصنف کو غلط فہمی تھی کہ قطب الدین شیرازیؒ دو ہیں، ایک وہ جنہوں نے ’’قانون شیخ‘‘ کی شرح لکھی اور جو علامہ طوسی کے شاگرد تھے، دوسرے وہ جنہوں نے ’’**حکمة الإشراق** ‘‘اور ’’**مفتاح** ‘‘وغیرہ کی لکھی، اور اسی غلط فہمی میں ’’شرح چغمینی‘‘ کے محشی ملا محمد معصوم بلخی بھی مبتلا ہوئے، مولانا نے حاشیہ میں وضاحت کر دی کہ یہ غلط گمان ان دونوں کو ہوا، ’’قانون‘‘ اور ’’حکمة الاشراق‘‘ دونوں کے شارح دو الگ الگ شخص نہیں، بلکہ ایک ہی صاحب ہیں۔

جرجانی کے شرکائے درس ابن قاضی سماوہؒ اور صاحب التسہیل کے حالات بھی حاشیہ پر مولانا نے

درج کیے اور ایک اور شریکِ درس مولی احمدی کا بھی ذکر حاشیہ میں کیا، جن کو کفویؒ (۱۵۸۲ء-۹۹۰ھ) نظر انداز کر گئے تھے۔ تیمور لنگ کا بھی احوال مولانا نے حاشیہ پر ثبت کیا، اس کے احوال میں جن کتابوں کا حوالہ مولانا نے دیا، ان میں سے ایک کتاب ''عجائب المقدور فی أخبار تیمور'' بھی ہے۔ مولانا نے اس کتاب کی تعریف کی ہے کہ وہ دلچسپ اور نادر کتاب ہے اور تیمور لنگ کے مفصل حالات اس میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ ''فتح المتعال فی مدح خیر النعال''، ''أخبار الأول''، ''روضة المناظر فی أخبار الأوائل والأواخر'' اور ''حبیب السیر'' وغیرہ کتابوں کا بھی حوالہ اس سلسلے میں انہوں نے دیا ہے۔

دربارِ تیموری میں جرجانیؒ اور تفتازانیؒ کے درمیان ہونے والے مناظرے کے حکم نعمان الدین خوارزمیؒ کا احوال بھی ''عجائب المقدور'' اور ''روضة المناظر'' کے حوالوں سے حاشیہ میں لکھا اور اسی ضمن میں اس حاضر جوابی کا نادر الوقوع واقعہ بھی مولانا نے مجملاً درج کر دیا ہے جس نے ظالم اور سنگدل تیمور کے غیظ وغضب سے ہزاروں علماء کو ہمیشہ کے لیے بچا لیا۔ ⑤

علامہ تفتازانیؒ کا احوال، ان کی تصانیف کی تفصیل، میر سید شریف جرجانیؒ کے پیر و مرشد خواجہ علاء الدین العطار بخاریؒ کا احوال اور میر جرجانیؒ کے صحیح نام کی تحقیق وغیرہ یہ سب امور مولانا نے حاشیہ میں بیان کر دیئے۔ ''الفوائد البهية'' کی تاریخی اہمیت اور اس کے مصنف مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی مورخانہ بصیرت کا اندازہ کرنے کے لیے میر سید شریف جرجانیؒ کا تذکرہ کافی ہے، کفویؒ نے طبقات میں جرجانیؒ کے احوال میں کچھ لکھا تھا، اس کا اختصار مولانا نے ۱۸ سطروں میں کیا ہے، پھر ''قال الجامع'' کے تحت مولانا نے مزید معلومات ۷۹ سطروں میں متن میں درج کیے ہیں اور ۱۵ حواشی لکھے ہیں جن کو اگر متن کی سطروں میں شمار کیا جائے تو مزید پچاس سطریں ہو جائیں گی، اس طرح کفویؒ کے پیش کردہ مواد پر مولانا نے کئی گنا اضافہ کیا اور صرف ان سوا سو سطروں کے سلسلے میں جن کتابوں کے حوالے انہوں نے دیئے ہیں، ان کی تعداد بھی حیرت انگیز ہے، یعنی ۳۰ تو صرف وہ کتابیں ہیں جن سے مولانا نے مواد کی فراہمی میں کام لیا ہے اور ایک بڑی تعداد ان کتابوں کی ان کے علاوہ ہے جن کے بارے میں ان چند سطروں کے درمیان مولانا نے لکھا ہے کہ میں نے ان کا مطالعہ کیا ہے۔

یہی وہ مقامات ہیں جہاں مولانا کے حالات وسوانح پر کام کرنے والا حیرت زدہ بلکہ دہشت زدہ ہو جاتا ہے، بقول مفتی عبدالفتاح ابوغدہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے کہ:

> ''امام لکھنوی (مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ) کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والا یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کا مصنف کیسی اعلیٰ علمی تحقیق اور کہاں کہاں سے اقتباسات پیش کرتا ہے، جس مسئلے یا موضوع پر لکھتا ہے تو ایسی جامعیت کے ساتھ لکھتا ہے کہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس مصنف نے عمر بھر صرف اسی ایک موضوع پر تحقیق کی ہے اور کوئی دوسرا موضوع چھوا بھی

نہیں ہے۔مولانا کی اتنی کثیر تصانیف میں آپ یہ کہیں نہیں پائیں گے کہ انہوں نے اپنی کہی کسی بات کو کہیں بھی دہرایا ہو، اور اپنی معلومات کو مکرر سہ کرر پیش کیا ہو۔'' ⑥

اس مہتمم بالشان تصنیف پر مولانا نے کتنا وقت صرف کیا، اس کا صحیح علم ہو جانے پر حیرت اور بڑھ جاتی ہے، انہوں نے طبقات کفویؒ سے تراجم واحوال کے اخذ کرنے میں صرف ایک مہینہ صرف کیا (جمادی الثانیۃ ۱۲۹۱ھ) اس وقت وہ اپنے وطن لکھنؤ میں مقیم تھے اور ماخوذ مواد پر مولانا نے جو گراں قدر اضافے ''الفوائد البهية'' کے متن میں کیے ان میں صرف چار ماہ صرف کیے، اس وقت وہ حیدر آباد میں مقیم تھے، اس طرح اس شاندار علمی خدمت سے وہ پانچ ماہ میں فارغ ہوگئے ⑦۔ اور اس کے حواشی ''التعليقات السنية'' کی تحریر سے اس کے ایک سال کے بعد فرصت پائی ⑧۔ تعلیقات لکھنے کا آغاز کب کیا تھا؟ اس کی وضاحت نہیں ملتی، یہ صراحت ضرور ملتی ہے کہ اس تصنیف اور اس کی تعلیقات کی تالیف کے دوران پانچ ماہ مولانا نے سفرِ حج وزیارت میں صرف کیے، اس طرح جمادی الثانیہ ۱۲۹۳ھ میں تعلیقات پایہ تکمیل کو پہنچ گئی ہیں۔ یہی نہیں کہ ان محدودے چند مہینوں میں مولانا اسی ایک تصنیف میں مصروف رہے ہوں، ان کی اپنی ہی تحریروں سے ظاہر ہے کہ وہ ایک ساتھ کئی کئی موضوعات پر جو باہم بالکل متضاد ہوا کرتے تھے، اہم تصانیف کرنے میں لگے ہوتے تھے، اسی ''التعليقات السنية'' کی تالیف کے دوران مولانا اصولِ حدیث کی اپنی مشہور تالیف میں بھی مصروف تھے جو ''ظفر الأماني'' کے نام سے مشہور ہے۔ ⑨ اور اس کے علاوہ دوسری کتابیں بھی اسی دوران زیرِ تصنیف تھیں۔

اس مضمون کی تحریر کے وقت ''الفوائد البهية'' کا تیسرا ایڈیشن پیشِ نظر ہے، جو مولانا کی وفات کے بعد ان کے داماد مفتی محمد یوسفؒ نے اپنے مطبع یوسفی پریس لکھنؤ سے ۱۸۹۵ء میں شائع کیا تھا، یہ بڑے سائز یعنی ۱۲/۱ انچ اور ۸/۱ انچ لمبے چوڑے صفحے کے ۹۸ صفحات کی ہے، ٹائیٹل اور فہرست مضامین کے چھ صفحے جوڑنے کے بعد مجموعی تعدادِ صفحات ایک سو چار ہو جاتی ہے، ہر صفحے پر ۳۱ سطریں صرف متن کی ہیں، حواشی اس کے علاوہ ہیں۔

اس کتاب کو اگر اس طرح چھاپا جائے جس طرح دائرۃ المعارف (حیدرآباد) کی مطبوعات ہیں یا جس طرح آج کل مشرق وسطیٰ کی عربی مطبوعات چھاپی جارہی ہیں تو بلاشبہ متن اور حواشی سمیت ۹۸ صفحات پر پھیلا ہوا مواد ایک ہزار صفحات پر آئے گا، زیرِ نظر ایڈیشن کی کتابت بھی باریک ہے اور خط بھی نستعلیق ہے جو نسخ یا ٹائپ کے اعتبار سے بہت کم جگہ لیتا ہے۔ حواشی ''التعليقات السنية'' کا نستعلیق خط اس قدر باریک ہے کہ ادھیڑ عمر والوں کو اس کا پڑھنا بھی آسان نہیں ہے۔

مولانا کی یہ تصنیف اس قدر مقبول ہوئی کہ ان کی حیات میں اور اس کے بعد بار بار ہندوستان میں چھپی، مصر میں بھی اس کی قدر کی گئی اور وہاں بھی بیسویں صدی کی ابتدائی دہائیوں میں اسے چھاپا گیا اور ابھی تین

www.banuri.edu.pk

چار سال ہوئے بنارس کے ایک ناشر نے اسے پھر شائع کیا ہے، اس لیے کہ بازاروں میں مل نہیں رہی تھی۔

آج بھی جب کہ تاریخی تحقیقات بہت دور تک جا چکی ہیں، علمی دنیا ''الفوائد البهية'' سے مستغنی نہیں ہو سکی ہے، مشرق وسطیٰ خاص کر مصر میں آج بھی فقہ اور اربابِ فقہ کے سلسلے میں جو تحقیقی کام ہو رہے ہیں اور کتابی شکل میں یہاں پہنچ رہے ہیں، ان میں سے مشکل ہی سے کوئی ایسا کام ہوگا جو ''الفوائد البهية'' کے حوالے سے خالی ہو، ابوزہرہؒ ہوں یا عبدالقادر حسن، عبدالعزیز عامر ہوں یا یوسف موسیٰ یا ڈاکٹر صبحی محمصانی، مشرق وسطیٰ کے ان نامور محققین کی تصانیف اس دعویٰ کے ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہیں، یہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ ''الفوائد البهية'' اور اس کی تعلیقات کی تالیف سے جب مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ فارغ ہوئے، اس وقت ان کی عمر صرف ۲۸/سال ۷/ماہ تھی۔

حواشی وحوالہ جات

① ......الفوائدالبهية فی تراجم الحنفية، ص:۸-۹، تیسرا ایڈیشن، مطبوعہ یوسفی پریس لکھنؤ، ۱۸۹۵ء

② ......مقدمۃ عمدۃ الرعاية، ص:۳۰، مطبوعہ اصح المطابع واقع لکھنؤ، ۱۳۰۷ھ

③ ......الفوائدالبهية فی تراجم الحنفية، ص:۸، تیسرا ایڈیشن، مطبوعہ یوسفی پریس لکھنؤ، ۱۸۹۵ء

④ ......ایضاً، ص:۹۔

⑤ ......اس واقعہ کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، مذکورہ مناظرے کے حَکَم نعمان الدین خوارزمی کے بیٹے عبدالجبارؒ تیمور کے ساتھ تھے، جب وہ فتوحات کرتا ہوا حلب میں داخل ہوا، فاتح حلب کے پاس شہر کے علماء اور قضاۃ حاضر ہوئے، بادشاہ نے ترجمان کے ذریعہ- اور ترجمان یہی مولیٰ عبدالجبار بن نعمان خوارزمی تھے- علماء وقضاۃ سے سوال کیا- یہی سوال وہ اپنے مفتوحہ علاقوں سمرقند، بخارا اور ہرات کے علماء سے بھی کر چکا تھا اور حسب مرضی جواب نہ ملنے پر ان علماء پر ظلم وستم کر چکا تھا بعضوں کو قتل تک بھی- یہ بتاؤ کہ ہماری فوج اور مفتوحہ فوج کے مقابلے میں ادھر سے بھی لوگ قتل ہوئے ادھر سے بھی، دونوں طرف کے مرنے والوں میں، شہید کس طرف کے لوگ ہیں؟ قاضی شرف الدین الانصاری شافعیؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا برجستہ جواب القاء فرما دیا اور میں نے عرض کیا کہ یہی سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی پوچھا گیا تھا اور آپ نے جو جواب دیا تھا، وہی میں بھی جواب دیتا ہوں، تیمور ہمہ تن گوش ہو کر مجھے گھور گھور کر دیکھنے لگا اور مولیٰ عبدالجبار نے گویا میرا مضحکہ کرتے ہوئے پوچھا ''اچھا! تو وہ جواب فرمائیے'' میں نے کہا: ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایک شخص بہادری اور جذبے سے اس لیے لڑتا ہے کہ اس کا نام ومرتبہ لوگ جان جائیں تو راہِ خدا میں لڑنے والا مانا جائے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام بلند ہو وہی اللہ کی راہ میں لڑنے والا ہے، اس کے بعد میں نے تیمور سے کہا کہ ''ہماری طرف سے اور تمہاری طرف سے قتل ہونے والوں میں شہید ہر وہ آدمی ہے جو اللہ کا نام بلند کرنے کے لیے لڑا'' تیمور بولا: ''خوب! خوب!'' اور مولیٰ عبدالجبار نے کہا: ''کیا عمدہ جواب آپ نے دیا ہے۔''

⑥ ......مقدمہ الاجوبۃ الفاضلۃ، ص:۱۴، مطبوعہ حلب (شام) ۱۹۶۴ء

⑦ ......الفوائدالبهية، ص:۹

⑧ ......التعلیقات السنية علی الفوائدالبهية، ص:۱۰۴، مطبوعہ یوسفی پریس، تیسرا ایڈیشن، ص:۱۸۸۵ء

⑨ ......ایضاً

(جاری ہے)